© rasailojaraid.com

اب رہا معاملہ جہاد میں عورتوں کی شرکت کا، جس کی چند مثالیں ہمیں احادیث کی تصریحات کے مطابق دورِ رسالتؐ میں ملتی ہیں۔ تو یہ عورتوں کے لئے اذنِ عام یا اختیاری معاملہ نہیں تھا۔ بلکہ اس سلسلہ میں چند مخصوص اور غالباً تربیت یافتہ خواتین کو متعین کیا گیا تھا۔ جو اپنے شوہروں اور عزیزوں کے ساتھ جاتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی اور مریضوں کی دیکھ بھال وغیرہ کرتی تھیں۔ اور غالباً یہ بات مردوں کی شدید کمی اور ایک اہم فوجی ضرورت کے تحت روا رکھی گئی تھی۔ اس کے برعکس ایسی عورتوں کو جو اپنے اختیار سے اور رضاکارانہ طور پر اس خدمت میں شریک ہونا چاہتی تھیں روکا گیا اور ان کی ہمت شکنی کی گئی جیسا کہ احادیث میں صراحت موجود ہے۔ چنانچہ بعض واقعات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغزوا بام سلیم ونسوۃ معہا من الانصار یسقین الماء ویداوین الجرحیٰ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم کو ساتھ لے کر غزوات کے لئے نکلا کرتے تھے اور ام سلیمؓ کے ساتھ انصار کی چند عورتیں ہوتی تھیں جو جنگ میں پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ (ترمذی)

اس حدیث کے الفاظ صاف دلالت کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ آپ ہمیشہ یا اکثر و بیشتر جہاد کے لئے ام سلیمؓ کو ساتھ لے کر نکلا کرتے تھے۔ جو رشتے میں آپؐ کی پھوپی اور حضرت انسؓ کی والدہ تھیں۔ اور دوسری حقیقت یہ ثابت ہو رہی ہے کہ صرف چند انصاری عورتیں ام سلیمؓ کے ساتھ ہوا کرتی تھیں جیسا کہ "ونسوۃ معہا" کے الفاظ دلالت کر رہے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ چند انصاری عورتیں ہمیشہ ام سلیمؓ کی کمان میں ہوا کرتی تھیں۔ گویا کہ آپ ان عورتوں کی کمانڈر تھیں۔ اور اغلب یہ ہے کہ یہ خواتین تربیت یافتہ رہی ہوں گی جن کو یہ تربیت دی گئی تھی۔ کہ وہ اجنبی مردوں سے شرعی حدود و ضوابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کس طرح معاملہ کریں ؟ ورنہ اس تخصیص کی کوئی دوسری وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ اسلامی جنگوں میں شریک ہو کر تیمارداری کرنے والی مسلم خواتین کو موجودہ دور کی نرسوں پر قیاس نہ کیا جائے جو جسیت اور نیم عریاں لباس پہنے ہوئے اٹھلاتی پھرتی اور اپنی ننگی ٹانگوں کی نمائش کرتی نظر آتی ہیں۔

۲۔ اس کے برعکس جنگوں میں عورتوں کی عمومی شرکت کو ناپسند کیا گیا جیسا کہ غزوۂ خیبر کے ایک واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ نے بغیر اجازت شریک ہونے والی چھ عورتوں کی ایک جماعت پر اپنے سخت غصے اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں واپس بھیج دیا۔ نیز آپؐ نے ان عورتوں سے باز پرس کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ :۔

"تم کس کی اجازت سے اور کس کے ساتھ آئی ہو؟" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگوں میں عورتوں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شارع علیہ السلام نے فرمایا کہ "جو عورت غیر مردوں میں اپنی زینت دکھاتی پھرے اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔"

مثل الرافلة فی الزینة فی غیر اھلھا کمثل ظلمة یوم القیمة لا نور لھا۔

غیر مردوں میں اپنی زینت کی نمائش کرنے والی کی مثال ایسی ہے جیسے قیامت کے دن کی ظلمت، جس میں کوئی روشنی نہ ہو (ترمذی، الرضاع)

نیز آپ نے فرمایا کہ "جو عورت خوشبو لگا کر مسجد کو جائے اس کی نماز قبول نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اس خوشبو کو اچھی طرح دھونہ ڈالے۔" (ابو داؤد)

۵۔ عورت جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوسکتی اور جنازے کے پیچھے نہیں چل سکتی کیونکہ یہ دونوں امور اس کے فرائض سے ساقط ہیں۔ اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ اس کو پبلک مقامات میں آنے سے روکنا ہے۔

ونھی عن اتباع الجنائز، ولا جمعة علینا

اُم عطیہ کہتی ہیں کہ "ہم کو جنازوں کے پیچھے چلنے سے منع فرمایا۔ اور ہم پر جمعہ بھی نہیں ہے۔" (مسند احمد ۸۵/۵)

۶۔ اسلام کے نزدیک عورت کو محض عورت رہنا چاہئے۔ کسی عورت کو مردوں سے ریس کرنا یا مردوں کے کاموں میں دخل دینا تو درکنار کسی بھی حیثیت سے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے بھی روکا گیا ہے تاکہ معاشرے میں کسی بھی قسم کا التباس کبھی پیدا ہونے نہ پائے۔ اسی طرح مردوں کو بھی عورتوں کا لباس پہننے یا ان کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

لعن المتشبھات من النساء بالرجال والمتشبھین من الرجال بالنساء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت کرتی ہوں اور اسی طرح ان مردوں پر بھی لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہوں۔ (بخاری، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ)

لعن النبی صلعم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنث مردوں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو خواہ مخواہ مرد بننے کی کوشش کرتی ہوں۔ (بخاری کتاب اللباس)

یہ چند حدود و ضوابط ہیں جن کے ملاحظہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اسلام کس قسم کے ضابطۂ اخلاق کی پابندی کرانا اور کس قسم کے معاشرے کی تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ اس معاملے میں وہ کسی قسم کی ادنیٰ سے ادنیٰ ڈھیل دینا بھی پسند نہیں کرتا۔ جس کی بنا پر معاشرے میں کوئی رخنہ یا شگاف پیدا ہوسکتا ہو یا بدگمانیوں اور افواہوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دنیا میں جتنے بھی جھگڑے فساد ات ہوتے ہیں وہ زر، زن اور زمین کی وجہ سے ہوتے ہیں مگر ان میں فتنہ زن یعنی حسن وجمال کا فتنہ سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے شارع علیہ السلام نے فرمایا کہ " عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ تاکہ اس کی وجہ سے فتنہ برپا کر سکے۔"

المرأۃ عورۃ، فاذا خرجت استشرفها الشیطان

عورت پوشیدہ رکھی جانے والی چیز ہے یعنی اس کے لئے پردہ ضروری ہے کیونکہ جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے تاکتا ہے۔ (ترمذی - ابواب الرضاع)

۲۔ یہی وجہ ہے کہ اجنبی مردوں کو کسی عورت سے تنہائی میں ملنے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے الا یہ کہ ان کے ساتھ کوئی ذی محرم شخص بھی موجود ہو۔ اور ذی محرم وہ ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح نہ ہو سکتا ہو جیسے باپ۔ بھائی۔ بیٹا۔ بھتیجا اور بھانجا وغیرہ۔

لا یخلونّ رجلٌ بامرأۃٍ الا مع ذی محرم۔

کوئی شخص کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس عورت کا کوئی ذی محرم شخص بھی موجود ہو۔ (بخاری کتاب النکاح باب ۱۱۱)

لا یخلون رجل بامرأۃ الا کان ثالثهما الشیطان

جب کبھی کوئی شخص کسی عورت سے تنہائی میں ملتا ہے تو ان کے ساتھ شیطان تیسرے فرد کی حیثیت سے شریک رہتا ہے۔ (ترمذی کتاب الرضاع باب ۱۶)

۳۔ کسی ذی محرم شخص کے بغیر عورت تنہا ایک دن اور رات کا سفر نہیں کر سکتی۔

لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر أن تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ لیس معها حرمۃ۔

کسی ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں ہے کہ وہ ایک دن اور رات کا سفر بغیر ذی محرم کے کرے۔ (بخاری ابواب التقصیر)

۴۔ عورت کے لئے بن ٹھن کر بازاروں میں نکلنا اور اپنے حسن وجمال کی نمائش کرنا سخت منع ہے جس کو قرآن "تبرج جاہلیت" کا نام دیتا ہے۔

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیۃ الاولیٰ

اور اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔ (سورہ احزاب: ۳۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی کہ اہلِ فارس نے بنت کسریٰ کو سربراہ مملکت بنا دیا ہے تو آپ نے فرمایا لن یفلح قومٌ ولّوا امرھم امراۃً۔
وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گی جس نے اپنے (اجتماعی) معاملے کو کسی عورت کے حوالے کر دیا ہو۔ (بخاری، کتاب المغازی)

اس میں اگرچہ کسی خاتون کو سربراہِ مملکت بنانے کی صریح ممانعت نہیں ہے مگر یہ فعل اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ ضرور ہے کیونکہ اس میں قوم و ملک کے زوال کی صاف پیشین گوئی ضرور ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قحط الرجال کی علامت ہے۔

۳۔ اسی طرح اسلامی قانون کی رو سے عورت قاضی یا مجسٹریٹ نہیں بن سکتی۔ (نیل الاوطار ۸/۲۴۰) فقہاء کے نزدیک اگرچہ یہ مسئلہ اختلافی ہے مگر اس کے نقصانات صاف ظاہر ہیں کہ عورت مطلوبہ شرائط پوری نہ کر سکنے کے باعث اس فریضہ کو صحیح طور پر ادا نہ کر سکے گی اور عملاً دیکھا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ اسلام میں شاید ہی کوئی عورت منصب قضاء پر فائز ہو سکی ہو۔

یہ دینی دنیوی سیاست و قیادت کے تین اہم ترین شعبے ہیں جن میں عورت کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا۔ ان رہنما خطوط کی روشنی میں صاف دکھائی دیتا ہے کہ عورت کو کسی ایسے شعبے کا انچارج یا کسی کمیشن کا سربراہ بنانا درست نہ ہوگا۔ جو اجتماعی نوعیت کا حامل ہو جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ دلالت کر رہے ہیں ولوا امرھم امراۃ میں اَمرا ھُم کے الفاظ عام ہیں یعنی اپنے کسی بھی اجتماعی معاملے کو عورت کے سپرد کرنا صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ عورت طبعاً ناقص العقل ہوتی ہے جس کی وجہ سے بسا اوقات معاملہ بگڑ سکتا ہے۔

نیز اس قسم کے اجتماعی معاملات میں خواتین کو دخل دینے سے روکنے کی دوسری وجہ بھی صاف ظاہر ہے کہ یہ مناصب طبقہ نساء کے اصل دائرہ کار سے باہر ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ خواتین پر جو اخلاقی و شرعی پابندیاں عائد کی گئی ہیں وہ خود بھی انہیں اس قسم کے اجتماعی امور و معاملات میں دخل دینے سے روکنے کے لئے کافی ہیں۔ اور ان حدود و ضوابط کی وجہ سے وہ شرائط بھی پوری نہیں ہوتیں جو ان امور کو انجام دینے کے لئے ضروری ہیں۔ لہٰذا ان حدود و ضوابط کو عائد کرنے کا منشا اسلام کی نظر میں شاید یہی ہے۔

یہ طبقہ خواتین کی توہین یا اہانت نہیں بلکہ دراصل ان پر ان کی قدرت و طاقت سے بڑھ کر ایک زائد بوجھ ڈالنا ہے۔ عورت دراصل ان کاموں کے لئے تخلیق نہیں کی گئی جیسا کہ خود ان کی ذہنی و جسمانی ساخت و پرداخت اس کی شہادت دے رہی ہے۔ بقول علامہ فرید وجدی اس سلسلے میں صنف نازک یا اس کے فرضی وکیلوں کو اگر کچھ شکوہ ہے تو یہ شکوہ مردوں سے نہیں بلکہ فطرت (اور خالق فطرت) سے کرنا چاہئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے پھیلنے کا موقع مل سکتا ہو۔ اس سلسلہ میں خود پیغمبر علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک واقعے سے کافی روشنی پڑتی ہے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں معتکف تھے۔ آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت صفیہؓ آپؐ سے ملنے کے لئے مسجد تشریف لائیں۔ واپسی میں آپ انہیں اُن کے مکان تک چھوڑنے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ غالباً رات کا وقت تھا۔ راستے میں دو شخصوں کا سامنا ہوا تو وہ آپ کو سلام کر کے تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ آپؐ نے انہیں آواز دے کر فرمایا "ٹھہر جاؤ اور دیکھو کہ یہ میری بیوی صفیہؓ ہیں"۔ انہوں نے کہا۔ "سبحان اللہ، یا رسول اللہ!" ان کا مطلب یہ تھا کہ ہم آپ کے بارے میں بھلا کیوں شک و شبہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دیکھو شیطان تو خون کی طرح آدمی کے بدن میں دوڑتا رہتا ہے۔ لہٰذا مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں تمہارے دل میں کوئی خیال نہ گزرے"۔ (بخاری۔ ابواب الاعتکاف باب)

جب خود ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی احتیاط کا یہ عالم ہو جن کے بارے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے تو پھر بھلا دوسروں کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے۔

بہر حال مرد کے لئے عورت کے فتنے سے بڑھ کر دوسرا کوئی فتنہ نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس حقیقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک علمی پیش گوئی کے طور پر بیان فرمایا ہے۔

ما ترکت بعدی فی الناس فتنةً اضر علی الرجال من النساء۔

میرے بعد لوگ جن فتنوں میں مبتلا ہوں گے ان میں مردوں پر سب سے زیادہ شدید فتنہ عورتوں کا ہو گا۔ (مسلم۔ ترمذی اور ابن ماجہ)

عورت اور تمدنی سرگرمیاں | یہ تھا صنف نازک پر چند اخلاقی اور معاشرتی پابندیوں کا تذکرہ۔ اب تمدنی و اجتماعی میدان کی طرف آیئے تو اس باب میں جیسا کہ اوپر گزر چکا دستوری قوانین نہ ہونے کے برابر دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اجتماعی مسائل و معاملات کا دائرۂ کار مردوں ہی سے متعلق ہے۔ البتہ بعض شعبوں میں عورتوں کی شرکت یا ان کے داخلے کے جواز کے بجائے صراحتہً عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً

اسلامی قانون کی رو سے کوئی عورت نماز پڑھانے کے لئے مردوں کی امام نہیں بن سکتی۔ مردوں کی امامت کا فریضہ صرف مردوں ہی کے لئے مخصوص ہے۔ البتہ عورت بعض شرائط کے ساتھ مرد کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتی ہے جس کی تفصیل حدیث و فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

۲۔ اسلامی نقطۂ نظر سے عورت کو کسی ملک کا سربراہ بنانا زوال و ادبار کی علامت ہو گا کیونکہ حضور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شرکت پر بڑی سخت پابندیاں عائد تھیں۔ (ابوداؤد)

۳۔ اس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا جہاد ان کے حج کرنے کو قرار دیا ہے۔ مثلاً حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ "تم عورتوں کا جہاد حج ہے"۔ (بخاری)

۴۔ نیز حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت سے بھی اس کی مزید تائید ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ "ہم جنگوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کرتے تھے مگر ساتھ عورتیں نہیں ہوتی تھیں۔ لہٰذا ہم مردوں نے اپنے آپ کو خصی کر لینے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے ہمیں اس سے منع فرمایا"۔ (بخاری، مسند احمد)

عورت اور معاشی جدوجہد ان تمام معروضات کے ملاحظے سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کو عمومی حیثیت سے تمدنی ہنگامہ آرائیوں میں کودنے اور اجنبی مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کی اسلامی ضوابط کی رو سے قطعاً اجازت نہیں ہے بلکہ اس قسم کے اقدامات مفسد تمدن و اجتماع ہوں گے۔ ہاں البتہ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کسی کے شخصی و انفرادی حالات و مقتضیات کی رو سے اور مجبوری کی صورت میں عورت کسب معاش کر سکتی ہے مگر اس کے لئے اسلام کے ضابطۂ اخلاق کی مکمل پابندی ضروری ہوگی جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔

اسلام میں چونکہ عورت کی معاشی اور تمدنی جدوجہد کا براہ راست کوئی حصہ نہیں ہے اس وجہ سے جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ اس باب میں دستوری قوانین (یعنی قرآن وحدیث کے وہ واضح نصوص جن پر قانون کی بنیاد رکھی جا سکتی ہو) موجود نہیں ہیں۔ اور نہ حدیث و فقہ کی کتابوں میں ان کا مستقل حیثیت سے کوئی تذکرہ ملتا ہے جب کہ حدیث کی کتابوں میں سینکڑوں ہزاروں عناوین کے تحت دیگر قوانین و ضوابط کا مفصل تذکرہ موجود ہے ہاں البتہ ابوداؤد میں ایک باب ملتا ہے جس کا عنوان ہے "باب فی کسب الاماء" یعنی لونڈیوں کے کسب معاش کے بارے میں۔ اس باب میں لونڈیوں کو چرخہ کاتنے اور روئی، اون وغیرہ دھننے وغیرہ کو جائز قرار دیا گیا تھا۔

ونهانا عن كسب الامةِ الّا ما عملت بيدها. وقال هكذا باصابعه نحو الخُبز والغـزلِ والنّفش۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو لونڈی کی کمائی لینے سے منع فرمایا۔ سوائے اس کمائی کے جو وہ اپنا ہاتھ ہلا کر کرتی ہو۔ اور آپ نے انگلیوں سے اشارہ کیا جیسے روٹی پکانا، سوت کاتنا اور روئی دھننا وغیرہ (مسند احمد اور ابوداؤد)

ان دو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں مدینے میں عورتوں میں چرخہ کاتنے کا رواج تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی کرے۔ یہ نہایت ہی عجیب اور غیر فطری واقعہ ہے۔ جو خود کردہ را چہ علاج کا مصداق ہوگا۔

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ۔

یہ اللہ کی قائم کردہ حدود ہیں۔ سو تم ان سے باہر مت نکلو۔ اور جو لوگ اللہ کی حدود سے باہر نکل جاتے ہیں تو ایسے ہی لوگ اپنے حق میں ظالم ہوں گے۔ (البقرہ ۲۲۹)

یہ تو یقینی امر ہے کہ عورت معاشی حیثیت سے لاکھ آزاد ہو جائے مگر وہ کسی بھی صورت میں مرد کی حاکمیت سے باہر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دنیا کی قدیم ترین تاریخ سے موجودہ دور تک کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا جس میں عورتوں نے مردوں پر غلبہ پایا ہو۔ یہ اس بات کا تاریخی ثبوت ہے کہ کارکنان قدرت نے عورت کی پیشانی پر سرنوشت اطاعت لکھ دیا ہے۔ کیونکہ ورڈ آف گاڈ کبھی ورک آف گاڈ سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ یہ ہے۔ الرجال قوامون علی النساء کا خدائی فیصلہ جو کبھی نہیں بدل سکتا۔ اور جو بھی اس ابدی و سرمدی فیصلے کو بدلنے کی کوشش کرے گا اسے منہ کی کھانی پڑے گی۔

میں اپنے اس مقالے کو مولانا امین احسن اصلاحی کے اقتباس پر ختم کرتا ہوں۔

"ہمیں اس سے انکار نہیں کہ روٹی ہوٹلوں میں بھی کھائی جا سکتی ہے۔ راتیں کلبوں اور سینما گھروں میں بھی گذاری جا سکتی ہیں۔ خبر گیری و تیمارداری ہسپتال اور نرسنگ ہوم میں بھی مل جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس یہ بھی ممکن ہے کہ انعامات اور تمغوں کا لالچ دلا کر (جیسا کہ روس میں کیا جاتا ہے) عورتوں سے بچے بھی جنوا کر سرکاری پرورش گاہوں میں کرایہ کی نرسوں کے ذریعہ ان بچوں کی پرورش کرا لی جائے لیکن خوب یاد رکھئے کہ ہوٹل میں جینے اور ہسپتال میں مرنے کی یہ زندگی نہ تو خاندان کی زندگی کا بدل ہو سکتی ہے اور نہ تنخواہ اور الاؤنس کی خاطر جنے ہوئے بچوں اور سرکاری پرورش گاہوں میں کرائے پر پالی گئی نسلوں سے کوئی قوم بن سکتی ہے آدمی سازی اور جوتا سازی کے کام میں زمین آسمان کا فرق ہے آپ جس طرح انعامات اور اجرت کے بل پر کارخانوں میں جوتے تیار کرا سکتے ہیں اگر وہی طریقہ آپ نے آدمی سازی کے لئے اختیار کیا تو آدمیوں کی شکل کی ایک مخلوق تو ضرور تیار ہو جائے گی لیکن وہ آدمیت کے تمام اوصاف سے یکسر خالی ہوگی۔ جو آدمی باٹا کے جوتوں کی طرح تیار کئے جائیں گے وہ پاؤں میں پامال کئے جانے کے لئے تو اچھے رہیں گے لیکن زمین کی خلافت میں ان کا کوئی حصہ ہو، یہ ناممکن ہے۔"

"پاکستانی عورت دوراہے پر" ص ۱۵۹، ۱۶۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قدیم و جدید تمام قوانین کا جائزہ لیجئے۔ عورت کے بارے میں آپ کو ان سے بہتر اور منصفانہ قوانین نہیں ملیں گے جو کسی معاشرے کی تعمیر کے لئے صالح بنیادوں کا درجہ رکھتے ہوں۔ ہر جگہ آپ کو اونچ نیچ اور افراط و تفریط نظر آئے گی جس کے نتیجے میں خاندانوں کی تباہی و بربادی اور خاندانی مسرتوں کا خاتمہ نظر آتا ہے اور انسانی ساختہ قوانین کا ہر جگہ یہی حال ہے۔

آج مغربی ممالک میں کثرت طلاق کی جو وبا پھوٹ پڑی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ عورت معاشی حیثیت سے خود کفیل بن جانے کے بعد مرد کی دست نگر رہنا یا اس کی بالادستی کو قائم رکھنا پسند نہیں کرتی۔ بلکہ آزادانہ زندگی گزارنے کو ترجیح دیتی ہے۔ نتیجہ صاف ہے کہ خاندانی نظام ٹوٹ جاتا ہے۔ گھر جہنم زار بن جاتے ہیں اور بے شمار پیچیدہ اور لا علاج معاشرتی مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عورت کی اس بے راہ روی پر خود دانشوران مغرب ماتم کر رہے ہیں۔ مگر تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ جسے اب واپس لانا مشکل دکھائی دیتا ہے۔

لہذا مشرقی ممالک کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ خواہ مخواہ اور بلا سوچے سمجھے محض ظاہری چمک دمک کی بنا پر مغرب کی نقالی کرنے کی کوشش نہ کریں۔ مشرقی ممالک میں حالات ابھی قابو سے باہر نہیں ہوئے۔ لہذا انہیں کوئی قدم اٹھانے سے پیشتر خوب اچھی طرح سوچ لینا چاہیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ عورت اور مرد کے تعلقات کے سلسلے میں صحیح حدود و ضوابط رکھنا خاندان اور معاشرے کی تعمیر و تشکیل کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس باب میں ذرا سا بھی بے اعتدالی اور بے راہ روی کے باعث مسرت بخش زندگی کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور عائلی نظام کی بنیادیں ہل سکتی ہیں جو ابدی تمام مسرتوں کا مبداء و منبع ہے ظاہر ہے کہ ایک مضبوط معاشرے اور مضبوط ملک و قوم کی تاسیس کے لئے خاندانی و عائلی نظام کو مضبوط و مستحکم کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ خاندان ہی کسی ملک و معاشرے کی بنیادی اینٹیں ہوتے ہیں۔ اگر وہ بکھر جائیں تو پھر پوری عمارت بھی تاش کے پتوں کی طرح بکھر سکتی ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ عورت یوں بھی جسمانی اعتبار سے مرد سے کمزور ہوتی ہے مگر خصوصیت کے ساتھ حیض حمل اور بچے کی ولادت کے ایام میں اس کی کمزوری حد درجہ بڑھ جاتی ہے۔ ان اوقات میں اس کو آرام و راحت کی سخت ضرورت رہتی ہے۔ لہذا اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ اس کے ذمہ وہی کام سپرد کئے جائیں جن کو خود اس کی فطرت نے مناسب سمجھا ہو۔ اس کے برعکس اگر مردوں کے کام بھی عورتوں کے سپرد کر دئے جائیں تو یہ اس جنس لطیف پر ایک زائد بوجھ بلکہ اس بیچاری سے اس کے گھریلو فرائض بھی ادا کرائے اور خود اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے بھی اسی کو مجبور کرے یعنی معاشی جدوجہد کا بار بوجھ بھی اس پر ڈال دے اور خود کاہل یا عیاش بن کر تماشا دیکھا کرے۔ پھر جب پانی سر سے اونچا ہو جائے تو اپنی بیوی کی بے وفائی کا شکوہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور شاید پارچہ بافی اور خیمہ دوزی کا بھی رواج رہا ہو۔ جو اس کا لازمہ ہے۔ بہرحال اس دور میں عورتیں اپنے گھروں میں اس قسم کے ہلکے پھلکے کام کر لیا کرتی تھیں۔ مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ اجازت دی۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خواتین کو کسب معاش کی مطلق ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے گھریلو حالات اور تقاضوں کے مطابق فارغ اوقات میں کوئی بھی کام کر سکتی ہیں۔ جو ان کے مناسب حال ہو۔ خصوصاً دستکاریاں اور گھریلو صنعتیں وغیرہ۔

اور اس سلسلے میں خود دور رسالت میں ہمیں چند عملی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت حسب ضرورت معاشی جدوجہد کر سکتی ہے اور اپنے شوہر کا ہاتھ بٹا سکتی ہے۔

بخاری کتاب النکاح میں مذکور ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کا نکاح حضرت زبیر بن العوام سے ہوا تو وہ اس موقع پر بہت تنگدست تھے اور ان کے پاس سوائے ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے کچھ نہ تھا۔ لہذا حضرت اسماء کو گھریلو کام کاج کے ساتھ باہر کا کام بھی کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ وہ اونٹ اور گھوڑے کی دیکھ بھال کرتی تھیں اور دو میل دور جا کر ایک مقام سے گٹھلیاں چن کر لاتیں اور موصوفہ یہ سارا کام رضاکارانہ طور پر اپنی خوشی سے انجام دیتی تھیں۔ یہ حالت ایک عرصہ تک برقرار رہی۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک غلام ان کے سپرد کر دیا۔ پھر اس کے بعد انہیں اس مصیبت سے نجات مل گئی۔

اسی طرح حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی زوجہ محترمہ زینب بنت ابومعاویہؓ ایک دستکار خاتون تھیں جو دستکاری کر کے اپنے شوہر اور اولاد کی کفالت کرتی تھیں (سیر الصحابیات ص ۱۶۶)

اس طرح ذخیرۂ حدیث و سیرت کی چھان بین سے ہمیں اس سلسلے میں مزید واقعات بھی مل سکتے ہیں۔

اب رہا لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا مسئلہ تو یہ بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح کہ لڑکوں کی تعلیم و تربیت۔ اگر عورتیں جاہل رہیں گی تو پھر ظاہر ہے کہ وہ اپنے نونہالوں کی صحیح تربیت نہیں کر سکیں گی۔ عورتوں کی دینی تعلیم بھی بہت ضروری ہے کیونکہ دین سے بیگانگی کی بدولت بدعات و خرافات رواج پاتے ہیں اور صحیح تعلیم کی بدولت عقائد و اعمال کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنے فرائض و واجبات کی ادائیگی کا بھی شعور پیدا ہوتا ہے لہذا لڑکیوں کی تعلیم نہایت ضروری ہے۔

اسلام نے عورتوں کو جو حقوق دئے اور ان کی اصلاح کے سلسلے میں جو تحریک بلند کی اس کا ایک بہترین نمونہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو ایک بہت بڑی عالمہ اور فقیہہ تھیں حتی کہ بڑے بڑے صحابہ تک آپ سے احادیث اور مسائل دین دریافت کرتے تھے۔

<u>حرف آخر</u> | یہ ہے عورت کے بارے میں اسلام کا صحیح، متوازن اور حقیقت پسندانہ موقف۔ آپ دنیا کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

از مولانا وحید الدین خان

اسلام کیا ہے!

آغازِ اسلام کے ۳۰۰ سو سال بعد دسویں صدی عیسوی میں یہ حال تھا کہ آباد دنیا کے بیشتر حصہ پر اسلامی حکومت اور اسلامی تہذیب قائم ہو چکی تھی۔ یہ ایک وسیع سلطنت تھی جس کا مذہبی مرکز مکہ اور ثقافتی و سیاسی مرکز بغداد تھا۔ مغرب میں یہ سلطنت پورے شمالی افریقہ اور بحرِ اوقیانوس کے ساحل تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے آگے پورا اسپین (سوائے اسٹوریا کے) سسلی اور کریٹ کے جزائر بھی اس میں شامل تھے۔ قبرص تک اس کے اثرات پہنچ چکے تھے۔

اسی طرح جنوبی گلس کا شہر باری اسلامی حکومت کے ماتحت تھا اور بعض دوسرے مقامات (مثلاً مالٹی) اس کے دائرہ اقتدار میں سمجھے جاتے تھے۔ عرب کے شمال میں شام۔ آرمینیا اور مشرقی قفقاز اسلام کے مستقل مقبوضات تھے اور مشرق میں پورا عراق۔ ایران اور پورا افغانستان اس کی حدود میں شامل تھا۔ ان ملکوں کے شمال میں ماوراءالنہر، مغرب میں خوارزم کا علاقہ اور مغرب میں فرغان کی وادیاں اور پہاڑ بھی مملکت اسلامی کا حصہ تھے۔ مسلمان دریائے سندھ کو آٹھویں صدی عیسوی میں عبور کر چکے تھے اور اس کے تمام زیریں حصے ان کے قبضے میں تھے۔

اسلام کی یہ فتوحات خدا کی خاص مدد کے ذریعہ حاصل ہوئیں۔ ان کے پیچھے خدا کی عظیم مصلحت، شامل تھی۔ اور وہ تھی دنیائے شرک کا خاتمہ۔ اور قرآن کی حفاظت کا انتظام۔ یہ دونوں کام مکمل طور پر انجام پا گئے۔

تاہم یہی چیز بعد کے مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا فتنہ بن گئی۔ وہ اسلام کو ان کی سیاسی تاریخ کی روشنی میں دیکھنے لگے۔ حالاں کہ اسلام کو اس کی ابتدائی تعلیمات کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے۔

آج ایک مسلمان جب اسلام کے احیاء کی بات سوچتا ہے تو اس کے ذہنی سانچہ میں فوراً "تاریخ" کا احیاء آ جاتا ہے۔ وہ "فتوحات" "تاریخ زندہ کرنے کو اسلام کے زندہ کرنے کے ہم معنی سمجھ لیتا ہے جب کہ اسلام کو زندہ کرنا یہ ہے کہ ایسے افراد تیار کئے جائیں جو خدا کی عظمت و جلال کو محسوس کرنے والے اور اس سے ڈرنے والے ہوں جو دوسرے انسانوں کے ساتھ معاملہ کریں تو یہ سمجھ کر کریں کہ خدا کے یہاں اس بارہ میں پوچھ گچھ ہوگی جو دنیا میں آخرت کی خاطر جئیں جو جہنم سے بچاؤ اور جنت میں داخلہ کو اپنا سب سے بڑا مسئلہ بنا لیں۔ اسلام آخرت کا عنوان ہے لیکن اگر ذہن صحیح نہ ہو تو وہ دنیا کا عنوان بن کر رہ جاتا ہے ٭

© rasailojaraid.com